12اپریل1961

ازعدالت الاعظمیٰ

شری مادھولکشمن ویکنتھے

بنام

ریاست میسور

(بی پی سنہا، چیف جسٹس، ایس کے داس، اے کے سرکار، این راج گوپال ایانگر اور جے آر مدھولکر، جسٹسز)

سرکاری ملازم۔ بنیادی عہدے پر واپسی۔ اگر اور جب سزا۔ ٹیسٹ۔تنخواہ کے بقایاجات کی وصولی۔ حد معیاد۔ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935(26 جیو5، باب2)،دفعہ 240(3)۔ آئین ہند،آرٹیکل 311(2)۔انڈین لمیٹیشن ایکٹ، 1908(9 آف 1908)،آرٹیکل102۔

درخواست گزار، جو پہلی جماعت میں مملتدار کے عہدے پر فائز تھا اور ضلع ڈپٹی کلکٹر کے طور پر کام کررہا تھا، پر الزام تھا کہ اس نے 51 کے بجائے 59 میل کا سفری الاؤنس غلط طور پر وصول کیا تھا اور محکمانہ جانچ کے نتیجے میں، تین سال کے لئے اپنے اصل عہدے پر واپس آ گیا تھا اور اس نے جو اضافی وصول کیا تھا اسے واپس کرنے کی ہدایت دی گئی تھی۔انہوں نے حکومت کو ایک درخواست دی جس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا حالانکہ اکاؤنٹنٹ جنرل کی رائے تھی کہ اپیل کنندہ نے زیادہ رقم وصول نہیں کی ہے اور نہ ہی کوئی دھوکہ دہی کی ہے۔آخر کار اپیل کنندہ کو سلیکشن گریڈ میں ترقی دے دی گئی لیکن واپسی کا حکم مؤثر رہا اور سلیکشن گریڈ میں اس کی پوزیشن متاثر ہوئی۔ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے ایک مقدمہ دائر کیا جس میں کہا گیا تھا کہ یہ آرڈر کالعدم ہے اور 12,516 روپے کی وصولی اور تنخواہ، الاؤنس وغیرہ کے بقایاجات

کے طور پر سود اور مستقبل کے سود کے ساتھ وصول کیے جائیں گے۔ نچلی عدالت نے کہا کہ حکومت ہند ایکٹ 1935 کی دفعہ 240(3) کی دفعات کی کوئی تعمیل نہیں کی گئی، جس نے اعلان کی منظوری دی لیکن دعویٰ کردہ بقایاجات کو مسترد کردیا۔ مدعی نے اپیل دائر کی اور ریاست نے اس پر اعتراض کیا اور ہائی کورٹ نے اپیل کو مسترد کردیا اور کراس اعتراض کی اجازت دیتے ہوئے کہا کہ حکومت ہندا یکٹ 1935 کی دفعہ 240(3) کے تحت نظر ثانی کا حکم سزا نہیں ہے۔

یہ کہتے ہوئے کہ یہ معاملہ پرشویتم لائی ڈھنگرا کے معاملے میں اس عدالت کے مشاہدات اور اس عدالت کی طرف سے مقرر کردہ سزا کے دو ٹیسٹوں کے ذریعہ احاطہ کیا گیا تھا، یعنی (1) کیا نوکر کو عہدے پر حق حاصل تھا یا (2) کیا اس میں بیان کردہ قسم کے برے نتائج کا سامنا کرنا پڑا تھا، دوسرا یقینی طور پر لاگو ہوتا ہے۔ درخواست گزار کو اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کا حق ہو سکتا ہے یا نہیں، لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کے خلاف ردعمل کے حکم کے نتیجے میں برے نتائج برآمد ہوئے۔

صرف اعلیٰ مراعات سے محرومی کے نتیجے میں اس امتحان کو پورا نہیں کیا جا سکتا جس میں بنیادی تنخواہ کی ضبطی اور سنیارٹی کا نقصان جیسے دیگر اخراجات بھی شامل ہوں گے۔ فوری معاملے میں، اپنے اہم عہدے پر تین سال کے لئے واپسی کے حکم کے ذریعہ، درخواست گزار سنیارٹی اور ترقی سے محروم ہو گیا اور حکومت کی تاخیر سے کی گئی کارروائی اس شرارت کو مکمل طور پر ختم نہیں کر سکی۔

چونکہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 240(3) کی ضرورت، جو آئین کے آرٹیکل 311(2) سے مطابقت رکھتی ہے، کی پوری طرح سے تعمیل نہیں پائی گئی تھی، لہذا اس حکم کو کالعدم قرار دیا جانا چاہئے۔

پرشوتم لال ڈنگرا بنام یونین آف انڈیا (1958) ایس سی آر 826 کا اطلاق ہوا۔

تنخواہ کے بقایاجات کا دعویٰ انڈین لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 102 کے تحت کیا گیا تھا، اور اس لیے اپیل گزار اپنی ریٹائرمنٹ سے پہلے کے 3 سال کے دوران واجب الادا رقم سے زیادہ کا حقدار نہیں تھا۔

اس کے بعد صوبہ پنجاب بنام پنڈت تارا چند (1947) ایف سی آر 89۔

دیوانی اپیلیٹ کا دائرہ اختیار : دیوانی اپیل نمبر 84 آف 1960۔

بمبئی ہائی کورٹ کے 26 جولائی 1956 کے فیصلے اور فرمان کے خلاف اپیل، 1956 کی اپیل نمبر 138 میں کی گئی۔

درخواست گزار ذاتی طور پر۔

مدعا علیہ کی طرف سے بی آر ایل آینگر اور ڈی گپتا۔

12 اپریل 1961ء کو عدالت کا فیصلہ سنایا گیا۔

چیف جسٹس سنہا : بمبئی ہائی کورٹ کی جانب سے دیے گئے فٹنس سرٹیفکیٹ پر اس اپیل میں فیصلہ کرنے کے لیے بنیادی سوال یہ ہے کہ کیا کوئی سرکاری ملازم، جو اعلیٰ عہدے پر کام کر رہا ہے، لیکن بدسلوکی کے الزام میں محکمانہ جانچ میں اس کے خلاف منفی نتائج کے نتیجے میں اسے اس کے اصل عہدے پر واپس بھیج دیا گیا ہے۔ کہا جا سکتا ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1935 کی دفعہ 240(3) کے تحت رینک میں کمی کی گئی ہے۔ فاضل سول جج، سینئر ڈویژن نے 31 اکتوبر 1955 کو اپنے فیصلے اور فرمان کے ذریعے کہا کہ ایسا ہی تھا۔ بمبئی ہائی کورٹ نے اس فیصلے سے پہلی اپیل پر 26 جولائی 1956 کو اپنے فیصلے اور فرمان کے ذریعے اس کے برعکس فیصلہ دیا ہے۔

جہاں تک اس اپیل کے فیصلے کے لیے ضروری ہے، اس کیس کے حقائق جلد ہی اس طرح بیان کیے جا سکتے ہیں۔ درخواست گزار فرسٹ گریڈ میں مالتدار کے عہدے پر فائز تھا اور ضلع ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ مؤخر الذکر حیثیت میں وہ ڈسٹرکٹ سپلائی آفیسر کے طور پر کام کر رہے تھے۔ انہیں اپنے سرکاری فرائض کی انجام دہی کے دوران دورے کرنے پڑتے تھے جس کے لئے انہوں نے موٹر کار کی دیکھ بھال کی۔ ان کے ایک ٹریول الاؤنس بل کے حوالے سے معلوم ہوا کہ انہوں نے 59 میل کے حوالے

سے سفری الاؤنس وصول کیا تھا جبکہ صحیح فاصلہ صرف 51 میل تھا۔ ان کے خلاف محکمانہ تحقیقات کی گئیں جس کے نتیجے میں انہیں 11 اگست 1948 کے حکومت کے حکم (ایکس 35) کی بنیاد پر ان کے اصل عہدے پر واپس لایا گیا، جو درج ذیل تھا:

انہوں نے کہا کہ غور و خوض کے بعد حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ کو تین سال کی مدت کے لئے مملتدار واپس بھیج دیا جائے گا اور مزید ہدایت کی گئی ہے کہ آپ تین سفروں کے سلسلے میں آپ کی طرف سے حاصل کردہ اضافی فائدہ واپس کریں۔

درخواست گزار نے اپنے خلاف کیے گئے نتائج کی صداقت کو چیلنج کرتے ہوئے حکومت کو متعدد درخواستیں پیش کیں اور ان کے خلاف جاری کردہ حکم نامے پر دوبارہ غور کرنے کی درخواست کی لیکن اس حقیقت کے باوجود کہ آخر کار اکاؤنٹنٹ جنرل نے اپنی رائے دی کہ درخواست گزار نے زیادہ رقم وصول نہیں کی تھی اور سفری الاؤنس بل میں کوئی دھوکہ دہی شامل نہیں تھی جو اس کے خلاف الزام کا موضوع تھا۔ لیکن آخر کار 26 مارچ 1951ء کے ایک نوٹیفکیشن (مثال 61) کے ذریعے اپیل کنندہ کو یکم اگست 1950 سے سلیکشن گریڈ میں ترقی دے دی گئی، لیکن اس کے باوجود اپیل کنندہ کے خلاف جاری کردہ حکم رد عمل مؤثر رہا اور ایسا لگتا ہے کہ اس نے سلیکشن گریڈ میں اس کی جگہ کو متاثر کیا ہے۔ آخر کار، اپیل کنندہ 28 نومبر 1953 سے ریٹائرمنٹ پر ملازمت سے سبکدوش ہو گیا۔ انہوں نے 2 اگست 1954 کو ریاست بمبئی کے خلاف یہ اعلان کرنے کے لئے اپنا مقدمہ دائر کیا کہ حکومت کا 11 اگست 1948 کا حکم کالعدم، غیر فعال، غلط، غیر قانونی اور غیر قانونی تھا، اور اس کی تنخواہ، الاؤنس وغیرہ کے بقایا جات کی وجہ سے سود اور مستقبل کے سود کے ساتھ 12,866 روپے کی وصولی کی گئی تھی۔ بیلگام میں سینئر ڈویژن کے فاضل سول جج اس نتیجے پر پہنچے کہ مدعی کے خلاف محکمانہ تحقیقات کا پہلا حصہ کسی بھی نقص سے پاک تھا لیکن ان نتائج کے نتیجے میں اسے دی جانے والی سزا کے خلاف وجہ بتانے کا موقع نہیں دیا گیا تھا۔ ابھی تک انہیں کوئی شوکاز نوٹس نہیں دیا گیا تھا اور نہ ہی انکوائری رپورٹ کی کاپی دی گئی تھی جس میں یہ دکھایا گیا تھا کہ نتائج کس بنیاد پر مبنی تھے۔ اس طرح ٹرائل کورٹ کے نتائج کے مطابق حکومت ہند ایکٹ 1935 کی دفعہ 240(3) کے تقاضوں کی مکمل تعمیل نہیں کی گئی۔ عدالت نے یہ بھی قرار دیا کہ انکوائری کے نتیجے میں مدعی پر عائد جرمانے کے مترادف ہے۔ لہٰذا عدالت اس نتیجے پر پہنچی کہ حکومت کی جانب سے ان کو

اصل عہدے پر واپس لانے کا جو حکم جاری کیا گیا ہے وہ کالعدم ہے اور انہوں نے یہ اعلان منظور کیا تھا، لیکن ان کے ذریعے مذکورہ بالا بقایاجات کے حوالے سے ان کے دعوے کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا تھا کہ یہ معاہدے پر مبنی نہیں بلکہ ٹارٹ پر مبنی تھا۔ مدعی کی جانب سے بقایاجات کے دعوے کو مسترد کرنے کے حوالے سے اپیل کی گئی تھی اور ریاست کی جانب سے فیصلے اور حکم نامے کے اس حصے کے حوالے سے کراس اعتراضات کیے گئے تھے جس میں مدعی کے حق میں اعلان کیا گیا تھا۔ ہائی کورٹ نے مدعی کی اپیل مسترد کرتے ہوئے اعلامیے کے حوالے سے مدعا علیہ کے اعتراضات کی اجازت دے دی لیکن اپیل کے اخراجات اور کراس اعتراضات کے حوالے سے کوئی حکم نہیں دیا۔ ہائی کورٹ نے کہا کہ حکم ردعمل، یہاں تک کہ یہ مان کر کہ یہ اپیل کنندہ کے خلاف محکمانہ جانچ کے نتیجے میں سزا ہے، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 240(3) کے معنی میں سزا نہیں ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ردعمل کا حکم بالکل بھی سزا نہیں تھا۔

اس عدالت میں درخواست گزار، جس نے اپنے کیس کو قابلیت کے ساتھ پیش کیا ہے، نے سب سے پہلے زور دیا ہے، اور ہماری رائے میں، اس کا معاملہ اس عدالت کے پرشوتم لائی ڈھنگرا بنام یونین آف انڈیا ((1958) ایس سی آر 826، 863-64) کیس کے مشاہدات سے احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ مشاہدات درج ذیل ہیں:

" درجے میں کمی بھی سزا کے طور پر ہوسکتی ہے یا یہ ایک معصوم چیز ہوسکتی ہے۔ اگر سرکاری ملازم کو کسی خاص عہدے پر فائز ہونے کا حق حاصل ہے تو اس عہدے سے کٹوتی جرمانے کے طور پر کام کرے گی، کیونکہ اس کے بعد وہ اس عہدے کی مراعات اور مراعات سے محروم ہو جائے گا۔ تاہم، اگر اسے کسی خاص عہدے پر کوئی حق نہیں ہے، تو اس کا اعلیٰ عہدے سے کم ہو کر اس کے بنیادی نچلے درجے تک کم کرنا عام طور پر سزا نہیں ہو گی۔ لیکن محض یہ حقیقت کہ نوکر کو عہدے یا عہدے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے اور حکومت کے پاس معاہدے کے ذریعے، ظاہری یا ظاہری طور پر، یا قواعد کے تحت، اسے نچلے عہدے پر کم کرنے کا حق ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کسی ملازم کو نچلے عہدے یا عہدے پر کم کرنے کا حکم کسی بھی صورت میں سزا نہیں ہوسکتا ہے۔ اس بات کا تعین کرنے کے لئے کہ آیا ایسے معاملات میں کمی سزا کے ذریعے کی گئی ہے یا نہیں، یہ معلوم کرنا ہے کہ آیا کمی کا حکم بھی نوکر کو کسی تعزیری سزا کے ساتھ بھیجتا ہے۔ لہٰذا

اگراس حکم نامے میں اس کی تنخواہ یاالاؤنس کوضبط کرنے یااس کے بنیادی عہدے میں سنیارٹی ختم کرنے یا اس کی ترقی کے مستقبل کے امکانات کوملتوی کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے تو یہ صورت حال اس بات کی نشاندہی کرسکتی ہے کہ اگرچہ حکومت نے ملازمت کے معاہدے کی شرائط کے تحت ملازم کو ملازمت ختم کرنے یا کم کرکے نچلے عہدے پر لانے کے اپنے حق کا استعمال کیا تھا۔ یا قوانین کے تحت، سچائی اور حقیقت میں حکومت نے جرمانے کے طور پر ملازمت ختم کر دی ہے۔ لفظ "برطرف" یا "رخصت" کا استعمال حتمی نہیں ہے۔ اس طرح کے بے ضرر تاثرات کے استعمال کے باوجود عدالت کو مذکورہ بالا دو امتحانات کا اطلاق کرنا پڑتا ہے، یعنی (1) کیا نوکر کوعہدے یا عہدے پر حق حاصل تھا یا (2) کیا اس سے پہلے اس قسم کے برے نتائج سامنے آئے ہیں؟ اگر کیس ان دونوں ٹیسٹوں میں سے کسی ایک کو پورا کرتا ہے تو یہ ماننا ضروری ہے کہ نوکر کو سزا دی گئی ہے اوراس کی ملازمت کے خاتمے کو ملازمت سے برخاستگی یا برطرفی کے طور پر لیا جانا چاہئے یااس کے بنیادی عہدے پر واپسی کو رینک میں کمی کے طور پر سمجھا جانا چاہئے اور اگر قواعد اور آرٹیکل 311 کے تقاضے ہیں، جو سرکاری ملازم کو تحفظ فراہم کرتے ہیں ان پر عمل نہیں کیا گیا ہے، ملازمت سے برطرفی یا رینک میں کمی کو غلط اور ملازم کے آئینی حق کی خلاف ورزی قرار دیا جانا چاہئے۔

انہوں نے درست طور پر نشاندہی کی ہے کہ وہ ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے کام کرتے رہیں گے لیکن 11 اگست 1948 کے حکومت کے حکم کے مطابق ان کے خلاف کی گئی جانچ کے نتیجے میں اس معاملے میں ان کا ردعمل ظاہر نہیں کیا گیا تھا، اور یہ کہ ان کی واپسی یقینی طور پر یا انتظامی سہولت کے طور پر نہیں تھی۔ اس حکم نامے نے انہیں تین سال تک پیچھے چھوڑ دیا، اس طرح حکومت کے مذکورہ حکم سے ان کی موجودہ اور مستقبل کی تنخواہوں پر منفی اثر پڑا۔ عام طور پر وہ ڈپٹی کلکٹر کی حیثیت سے اپنے عہدے کی تمام تر مراعات کے ساتھ کام کرتے اور مزید ترقی کے حقدار ہوتے لیکن ان کے خلاف منفی نتائج کے نتیجے میں ان کی سروس میں دھچکا لگا، جسے آخر کار اکاؤنٹنٹ جنرل نے صحیح حقائق کے غلط فہمی میں قرار دیا۔ یہ سچ ہے کہ انہیں یکم اگست 1950 سے 26 مارچ 1951 کے سرکاری حکم کے نتیجے میں ترقی دی گئی تھی۔ لیکن اس پروموشن نے اس معاملے میں حکومت کے حکم کے نتیجے میں ان کے ذریعہ کھوئی گئی زمین کو پوری طرح سے پورا نہیں کیا۔ قابل ذکر ہے کہ ہائی کورٹ کا فیصلہ جولائی 1956 میں دیا گیا تھا جب ڈھنگرا کے معاملے ((1958) ایس سی آر 826، 863–64) میں اس عدالت کا فیصلہ نہیں دیا گیا تھا۔ اس عدالت کا فیصلہ نومبر 1957

میں دیا گیا تھا۔ اس عدالت کی طرف سے مقرر کردہ دو ٹیسٹوں میں سے، یقینی طور پر دوسرا ٹیسٹ لاگو ہوتا ہے، اگر پہلا بھی نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اسے اس عہدے یا عہدے پر فائز ہونے کا حق ہو یا نہ ہو، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے برے نتائج برآمد ہوئے۔ عام طور پر اگر کوئی سرکاری ملازم اعلیٰ عہدے پر فائز رہا ہے تو یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اسے اس اعلیٰ عہدے پر فائز ہونے کا حق حاصل ہے۔ ہوسکتا ہے کہ اسے سروس کی مجبوریوں کے نتیجے میں اپنے اصل عہدے پر واپس آنا پڑے یا بدسلوکی کے الزام میں اس کے خلاف انکوائری میں منفی نتائج کے نتیجے میں اسے واپس بھیج دیا جائے۔ کسی اعلیٰ عہدے سے اپنے اہم عہدے پر واپسی کے ہر معاملے میں متعلقہ سرکاری ملازم اعلیٰ عہدے کی مراعات سے محروم رہتا ہے۔ لیکن یہ اپنے آپ میں یہ کہنے کی بنیاد نہیں ہوسکتی کہ ڈھنگرا کے معاملے ((1958) ایس سی آر 826، 863–64) میں دوسرا ٹیسٹ، یعنی کیا اس کے برے نتائج سامنے آئے ہیں، کو مطمئن کہا جاسکتا ہے۔ لہٰذا، ری ورژن کے نتیجے میں اعلیٰ مراعات سے محرومی ڈھنگرا کے معاملے ((1958) ایس سی آر 826، 863–64) کے دوسرے ٹیسٹ میں بیان کیے گئے "برے نتائج" کے مترادف نہیں ہوسکتی۔ ان کا مطلب صرف اعلیٰ مراعات سے محرومی سے زیادہ کچھ ہونا چاہیے۔ ایسا ہونے کی وجہ سے، ان میں، مثال کے طور پر، بنیادی تنخواہ کی ضبطی، سنیارٹی کا نقصان وغیرہ شامل ہیں۔ موجودہ معاملے میں اس ٹیسٹ کا اطلاق کرتے ہوئے، یہ نہیں کہا جاسکتا ہے کہ صرف اس وجہ سے کہ اپیل کنندہ کو تین سال تک ڈپٹی کلکٹر کی تنخواہ نہیں ملی تھی، اس لیے ڈھنگرا کے معاملے ((1958) ایس سی آر 826، 863–64) میں بیان کی گئی قسم کے برے نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ یہاں تک کہ اگر انہیں سروس کی عام شرائط کے دوران واپس بھیج دیا جاتا، تو بھی اسی طرح کے نتائج برآمد ہوتے۔ اگر اس کے خلاف انکوائری کے نتیجے میں اعلیٰ عہدے سے وابستہ تنخواہوں کا نقصان اس کے خلاف انکوائری کے نتیجے میں اس کی واپسی کا واحد نتیجہ تھا، تو اپیل گزار کے پاس کارروائی کی کوئی وجہ نہیں ہوگی۔ لیکن یہ واضح ہے کہ 11 اگست 1948 (ایکس 35) کے حکم کے نتیجے میں، اپیل کنندہ نے مملتدار کے طور پر اپنی سنیارٹی کھو دی، جو ان کا بنیادی عہدہ تھا۔ ایسا ہونے کی وجہ سے، یہ رد عمل کا ایک آسان معاملہ نہیں تھا جس کے کوئی برے نتائج نہیں تھے۔ اس کے ایسے نتائج تھے جو ڈھنگرا کے معاملے میں طے کردہ سزا کے امتحان کے اندر آئیں گے۔ اگر یہ ردعمل تین سال کی مدت کے لئے نہیں تھا، تو یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اپیل کنندہ کو ڈھنگرا کے کیس (جے) میں طے شدہ قاعدے کے معنی کے اندر سزا دی گئی تھی۔ اس بات پر زور نہیں دیا جاسکتا کہ تین سال کی مدت کے لئے کسی اہم عہدے پر ان کی واپسی سزا کے طور پر نہیں تھی۔ اس کیس کے حقائق سے یہ بات واضح ہے کہ درخواست گزار اپنی سروس کے

کیڈر میں آگے بڑھ رہا تھا اور اعلیٰ عہدے پر ترقی میں اس خرابی کی وجہ سے اسے عام طور پر اسی طرح ترقی دی جاتی جیسے وہ کچھ عرصے بعد تھا جب حکام کو شاید احساس ہوا کہ اس کے ساتھ منصفانہ سلوک نہیں کیا گیا تھا۔ جیسا کہ حکومت کے 26 مارچ 1951 کے حکم سے واضح ہے، جس میں انہیں یکم اگست 1950 سے اعلیٰ عہدے پر ترقی دی گئی تھی۔لیکن حکومت کی جانب سے ان کے ساتھ تاخیر سے کیے گئے انصاف نے اس معاملے میں بیان کردہ آرڈر آف ری ورژن کے غلط سربراہ کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا۔لہٰذا ہم پر یہ بات واضح ہے کہ مذکورہ بالا حکم نامے کے نتیجے میں اپیل کنندہ کو سزا دی گئی تھی اور حکومت کی جانب سے اسے سزا دینے کا حکم مکمل طور پر باقاعدہ نہیں تھا۔ یہ پایا گیا ہے کہ آئین کے آرٹیکل 311(2) کے مطابق گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ، 1935 کی دفعہ 240(3) کے تقاضوں پر پوری طرح سے عمل نہیں کیا گیا تھا۔لہٰذا ان کے عہدے پر تبدیلی آئینی ضمانت کی خلاف ورزی تھی۔ ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ماننا ضروری ہے کہ ہائی کورٹ نے اپیل کنندہ کے خلاف یہ کہنا درست نہیں تھا کہ اس کا ردعمل حکومت ہند ایکٹ 1935 کی دفعہ 240(3) کے تحت دی گئی سزا نہیں ہے۔ معاملے کے اس حصے پر، ہماری رائے میں، ہائی کورٹ کے فیصلے کو واپس لیا جانا چاہیے اور ٹرائل کورٹ کے اس فیصلے کو بحال کیا جانا چاہیے کہ ان کی اصل حیثیت میں واپسی کالعدم تھی۔

پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ تنخواہ اور مہنگائی الاؤنس کے بقایا جات کے اپنے دعوے کے سلسلے میں کسی راحت کے حقدار ہیں۔ انہوں نے تنخواہ کے بقایا جات کے طور پر 10,777 روپے، مہنگائی الاؤنس کے بقایا کے طور پر 951 روپے، یومیہ الاؤنس کے بقایا کے طور پر 688 روپے اور 471 روپے کے سود کا دعویٰ کیا ہے، اس طرح مجموعی طور پر 12، 886 روپے کی رقم ہے۔ یہ دعویٰ اگست 1946 سے نومبر 1953 تک یعنی سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کی تاریخ تک پھیلا ہوا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ مستقبل میں دلچسپی بھی ہے۔ مقدمے کے اس حصے پر فاضل ٹرائل جج نے ہندوستان اور پاکستان کے ہائی کمشنر بنام آئی ایم لال (1948) ایل آر 75 آئی اے 225، نے کہا کہ ایک سرکاری ملازم کو سول کورٹ میں کارروائی کے ذریعہ تنخواہ کے بقایا جات کی وصولی کا کوئی حق نہیں ہے۔ انہوں نے ریاست بہار بنام عبدالماجد ((1954) ایس سی آر 786) میں اس عدالت کے فیصلے کو اس بنیاد پر مسترد کر دیا کہ اس معاملے میں معاہدے پر مبنی دعوے اور ایک معاہدے پر مبنی دعوے کے درمیان فرق کیا گیا ہے۔فوری کیس میں وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ چونکہ مدعی نے تنخواہ اور الاؤنس کے درمیان فرق کا

دعویٰ کیا تھا اور جس کا وہ حقدار تھا لیکن غلط احکامات کے لئے یہ دعویٰ ٹارٹ پر مبنی تھا اور اس وجہ سے مدعی کسی ریلیف کا حقدار نہیں تھا۔ حد بندی کے سوال پر انہوں نے کہا کہ مقدمہ انڈین لمیٹیشن ایکٹ (IX آف 1908) کے آرٹیکل 102 کے تحت چلایا جائے گا جیسا کہ وفاقی عدالت نے صوبہ پنجاب بنام پنڈت تارا چند ((1947) ایف سی آر 89) کے معاملے میں طے کیا تھا۔ اس معاملے کو مدنظر رکھتے ہوئے فاضل جج نے کہا کہ حکومت کو دیے گئے ضابطہ دیوانی کی دفعہ 80 کے تحت قانونی نوٹس کی دو ماہ کی مدت کو شامل کرتے ہوئے دعویٰ 2 جون 1951 سے وقت پر ہوگا۔ لہٰذا ٹرائل کورٹ نے یہ اعلان کرتے ہوئے کہ حکم کالعدم ہے، بقیہ دعوے کو اس ہدایت کے ساتھ خارج کر دیا کہ مدعی کو مقدمے کے اخراجات کا تین چوتھائی حصہ مدعا علیہ کو ادا کرنا ہے۔ ہائی کورٹ نے ریاست کے اعتراضات کی اجازت دینے کے بعد اس مقدمے کو مکمل طور پر خارج کر دیا۔ درخواست گزار نے موقف اختیار کیا کہ تنخواہ کے بقایا جات کے لیے ان کا مقدمہ لمیٹیشن ایکٹ کے آرٹیکل 102 میں طے شدہ تین سال کے اصول کے مطابق نہیں ہوگا اور تارا چند کے معاملے ((1947) اف سی آر 89) میں وفاقی عدالت کا فیصلہ درست نہیں تھا۔ واحد بنیاد جس پر یہ دلیل مبنی تھی وہ یہ تھی کہ "تنخواہ" کو "اجرت" کی اصطلاح میں شامل نہیں کیا گیا تھا۔ ہماری رائے میں وفاقی عدالت کے مذکورہ فیصلے پر عمل نہ کرنے کی کوئی اچھی وجہ ہمارے سامنے پیش نہیں کی گئی۔ نتیجتاً اپیل کو جزوی طور پر منظور کیا جاتا ہے، یعنی ٹرائل کورٹ کی جانب سے دیا گیا یہ اعلان کہ اس معاملے میں حکومت کا حکم کالعدم ہے، ہائی کورٹ کے فیصلے سے اختلاف کرتے ہوئے بحال کر دیا جاتا ہے۔ تنخواہ اور الاؤنس کے بقایا جات کے بارے میں دعویٰ صرف 2 جون 1951 سے مدعی کی سرکاری ملازمت سے ریٹائرمنٹ کی تاریخ تک جزوی طور پر اجازت ہے۔ مقدمے کی تاریخ سے پہلے سود کا کوئی حکم نامہ نہیں ہوگا، لیکن رقم کی کمی مقدمے کی تاریخ سے وصولی تک 6 فیصد سالانہ کی شرح سے سود برداشت کرے گی۔ مدعی۔ اپیل کنندہ اس حقیقت کے پیش نظر اپنے اخراجات کا تین چوتھائی حصہ حاصل کرنے کا حقدار ہوگا کہ اس کے پورے دعوے کی اجازت نہیں دی جا رہی ہے۔

اپیل کو جزوی طور پر منظور کیا گیا۔

Javeed Ahmed Geelani
2024.05.09 16:03
I am the author of this document